نمبر ۱۷ | علی گڑھ - یک شنبہ - ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۶۶ ہجری | جلد دوم

"...دت کی مے پلا کر مخمور کر دیا ہے"

(...ب شیام سندر صاحب باتھرا ایڈیٹر "پارس" لاہور)

...م نے آکر پُر نور کر دیا ہے
...متوں کو یکسر کافور کر دیا ہے
پیغامِ حق سنا کر مسرور کر دیا ہے
وحدت کی مے پلا کر مخمور کر دیا ہے

...ں کی چوٹیوں پر وہ آفتاب چمکا
...م فلک کو جس نے مسحور کر دیا ہے
غارِ حرا سے نکلیں وہ نور کی شعاعیں
تاریک وادیوں کو پُر نور کر دیا ہے

...ے جہاں میں تم سے پیغمبرِ معظم
... آخری کو مشہور کر دیا ہے
اک بار تو دیارِ یثرب کو دیکھ لیتا
پابندیِ جہاں نے مجبور کر دیا ہے

...درت سے کیا رقم ہو وہ شان ہے تمہاری
...ں نے گداگروں کو فغفور کر دیا ہے

"لمعاتِ انور"

(سردار انور خاں صاحب بی۔ اے (علیگ) امبیٹی)

رفعتِ ذوقِ تجسس خوب بھائی ہے مجھے
ذات اپنی بھی نظر آتی ہے بیگانی مجھے
کھو نہیں سکتی حجابوں کی فراوانی مجھے
یا نہیں سکتی کسی منزل پہ حیرانی مجھے
اب شکیبائی تصور کے مزے لینے لگی
زندگی کی دی محبت نے نگہبانی مجھے
راز داری کے لئے جب ہوگیا تیار دل
دی نظر کی وسعتوں نے اور عریانی مجھے
کاش مل جائے کسی گمنام گوشے میں محل
اس جہانِ رنگ و بو میں ہے پریشانی مجھے
حُسن بھی مخمور سا ہے محفلِ جذبات میں
کچھ محبت بھی نظر آتی ہے دیوانی مجھے
دیدہ و دل منزلِ مقصود تک لائے مگر
دیدہ و دل ہی کی اب کرنا ہے قربانی مجھے
وہ عنایت نامناسب یہ شکایت ناروا
کچھ پشیمانی انھیں ہے کچھ پشیمانی مجھے
یاد آئیں گی قفس میں کُل بداماں تتلیاں
بھول جائے گی بہارِ عالمِ فانی مجھے
فکر کے آزاد نغمے حُسن قید و بند میں!!
اب پسند آتی نہیں انور غزلخوانی مجھے

"اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا"

(از جناب پنڈت ہری چند صاحب اختر ایم۔ اے لاہور)

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصرِ کسریٰ کر دیا
سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حُسنِ کائنات
اک کسی نے اس کو عالم آشنا سا کر دیا
کہہ دیا لاتقنطو اختر کسی کے کان میں
اور دل کو سربسر محوِ تمنا کر دیا

فکر نہ کرو

(مسلم ضیائی ایم اے حیدرآباد دکن)

(گذشتہ سے پیوستہ)

لیکن یہ ناپسندیدہ خیالات دماغ کے کونوں میں چھپے ہوئے نشوونما اور توانائی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ توانائی دوسرے خیالات کے … فتر شامل ہو جاتی اور ہم بلا کسی ظاہری سبب کے افسردہ اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور ذرا سی بات پر اس طرح ناراض ہوتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑی غلطی ہو گئی ہو۔

اس لئے خاموشی سے بیٹھ کر سوچو۔ جلد ہی تمہیں اپنے چڑچڑے پن کا اصلی سبب معلوم ہو جائے گا۔ سبب معلوم ہو جانے کے بعد اسے چھپانے کی کوشش نہ کرو اور اس کے متعلق صاف صاف الفاظ میں اظہار خیال کر دو۔

اپنے شوہر، اپنی بیوی، اپنے دوست یا کسی سے بھی کہہ دو اور اس کی پرواہ نہ کرو کہ تم کس سے کہہ رہے ہو۔ سننے والا چاہے کوئی بھی ہو تمہارا اس کے سامنے کہہ دینا ہی کافی ہے۔

وہ ناپسندیدہ خیالات جو تمہیں پریشان کئے ہوئے ہیں ختم ہو جائیں گے۔ … بوجھ … سینے سے اتر جائے گا اور تمہارے خیالات … افعال اس سے متاثر نہ ہوں گے اور تم بہت جلد اپنے آپ کو ایک دوسرا ہی شخص محسوس کرنے لگو گے۔

تم اپنے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے لئے وبال جان نہ رہو گے۔ سمجھدار آدمی کسی بات کی فکر نہیں کرتا۔

اگر وہ پریشانی محسوس کرتا ہے تو اس کے متعلق دوسروں سے گفتگو کرتا اور ذہنی بوجھ دور کر کے اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرتا ہے۔

اس لئے تمہیں چاہیے کہ اپنے آپ کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھو۔ تاریک اور پریشان کن خیالات کو قریب نہ آنے دو۔ طبیعت میں یکسوئی اور توجہ پیدا کرو۔ بشاش رہنے کی کوشش کرو۔ ایک غمگین اور افسردہ دل آدمی پوری ہی محفل کو غمگین اور افسردہ کر دیتا ہے اور ایک مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ہر شخص کے چہرے پر بشاشت، خوشی اور مسرت کی لہر سی دوڑ جاتی ہے۔

دنیا میں مسکراتے ہوئے چہروں کی ضرورت ہے۔ بشاشت ہی جوانی کا دوسرا نام ہے۔ تم نے بعض بشاش مسکراتے ہوئے بوڑھوں کو دیکھا ہوگا۔ عمر اور تجربہ کے لحاظ سے وہ یقیناً بوڑھے ہیں لیکن ان کی مسکراہٹوں نے ان کے دل کو ابھی تک جوان رکھا ہے۔

جوانی نام ہے چند مسکراہٹوں اور قہقہوں کے نغموں کا۔

مایوسی، مردم بیزاری اور یاس و قنوطیت سے جوانی میں بوڑھے نہ بنو۔ تم اپنی مسکراہٹوں اور بشاشتوں سے دوست بنا سکتے ہو لیکن افسردگی اور افکار کے باعث چڑچڑے پن سے اپنے بہترین دوست ضائع کر دو گے۔

اس لئے فکروں کو کبھی پاس نہ پھٹکنے دو اور اگر کوئی فکر لاحق ہو تو اسے فوراً دل سے باہر نکال کر پھینک دو جس طرح پانی کے گلاس سے تنکا۔

یہی … کا راز ہے جس کا دوسرا نام زندگی اور جوانی ہے۔ غم اور افسردگی کو ایک لمحہ کے لئے قریب نہ آنے دو اور غالب کے اس شعر کو یاد رکھو۔

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

ورزش

ہم اپنے آپ کو غمگین محسوس کر کے روتے ہیں یا رونے کے باعث خود کو غمگین محسوس کرتے ہیں؟ ہم ڈر کر بھاگتے ہیں یا بھاگنے کے باعث ڈر محسوس کرتے ہیں؟ یہ سوالات ایسے بے معنی جیسے وہ بظاہر معلوم ہوتے ہیں۔

ان کا انحصار بڑی حد تک اس سوال کے جواب پر ہے کہ تقدم عمل کو حاصل ہوتا ہے یا جذبہ کو۔

ماہرین نفسیات روز بروز اس امر کی تائید پر زیادہ مائل نظر آ رہے ہیں کہ اکثر و بیشتر حالات میں جسمانی فعل پہلے سرزد ہوتا ہے۔

اس کا ثبوت بہت آسان ہے۔ ہاتھ باندھ کر گھٹنوں کے بل جھک جاؤ۔ فوراً ہی ایک قسم کا مذہبی جذبہ محسوس ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے جذبات کسی نہ کسی جسمانی فعل سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

اس کلیہ سے بعض اہم نتائج نکلتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح دماغ جسم پر حکومت کرتا اور اس پر اثرانداز ہوتا ہے اسی طرح جسم بھی راست یا بالواسطہ دماغ کو متاثر کرتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جب کبھی اپنی طبیعت میں افسردگی محسوس کرو تو سر کو ہاتھ سے پکڑ کر خاموش نہ بیٹھو کیونکہ یہ بدترین غلطی ہوگی۔

افسردگی کے عالم میں جسمانی کیفیت یعنی اٹھنے بیٹھنے کے طریقے دماغی کیفیت اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے کیونکہ اس کیفیت کا اثر دماغ کی افسردگی بڑھاتا ہے۔

اس وقت کرنے کی بات یہ ہے کہ مسکراؤ۔ تن کر بیٹھو۔ اپنے کاندھوں کو پھیلاؤ اور کسی دلچسپ مشغلے میں مصروف ہو جاؤ۔

لکڑی کاٹو۔ پتھر توڑو یا تیز تیز چلو لیکن جو کچھ بھی کرو مصمم ارادے کے ساتھ۔

چہرے پر کوئی شکن نہ ہو۔ سر اونچا ہونا چاہیئے سیدھی بیٹھو اور مسکراؤ۔ تمہارا دماغ فوراً تمہارے جسم کا ساتھ دے گا۔ افسردگی کے بجائے تمہارے خیالات میں تازگی اور تمہارے چہرے پر بشاشت آ جائے گی۔

اب چونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جسم اور دماغ ایک دوسرے پر یکساں اثرانداز ہوتے ہیں۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ ان معلومات سے فائدہ اٹھاؤ۔ اپنے جسم کو حکم دو کہ وہ تم سے ورزش کرانے والے استاد کی طرح کام لے۔

طبیعت میں افسردگی ہو تو جسم کو حکم دو کہ وہ اسے بشاش اور چاق و چوبند کر دے۔ وہ فوراً تمہارے حکم کی تعمیل کرے گا۔

اگر تم جسم سے کام نہ لو گے تو دماغ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو کوئی کام انجام نہیں دے سکتا۔ شیخ چلی کے منصوبے بناؤ یا خیالی پلاؤ پکاؤ۔ منصوبے دلکش اور دلچسپ ہوں گے۔ پلاؤ مزیدار معلوم ہوگا لیکن ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر عملی زندگی میں ان منصوبوں اور پلاؤں کا کوئی مقام نہیں۔ جسم کو چاق و چوبند بناؤ۔ اس سے

علیگ
علی گڑھ
ہفتہ وار
نمبر ۱۷ | علی گڑھ یکشنبہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء

کاش یہ دورِ جدید دورِ سعید ہو جائے

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب مستقل اور دائمی وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کہ جو اپنے کسی سیاسی نقطۂ نظر کے ماتحت یونیورسٹی سے کچھ دن کے لئے خفا ہو گئے تھے بالآخر ۱۳ مارچ ۴۷ء کو اپنی زندگی کی وقف کرائی ہوئی کرسی وائس چانسلری پر رونق افروز ہو گئے۔ یہ تو ہمارا قطعی ایمان ہے اور اس کو ہم ہمیشہ ظاہر کرتے رہتے ہیں اور ہر شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اس کرسی (وائس چانسلری مسلم یونیورسٹی) کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ ہائے افسوس ابتک جو کچھ یونیورسٹی کی قسمت میں نقصان کاتبِ ازل نے لکھے تھے وہ یونیورسٹی اٹھا چکی اور آئندہ جو کچھ ہونے والے ہیں وہ بھی دیکھنے ہیں۔ اب تک جو نقصانات یونیورسٹی کو ہو چکے وہ قوم کی عدم توجہی کا باعث ہیں مسلمانوں ہی نے سرسید کی اس یادگار کو اب تک برقرار رکھا اور ہر طرح سے اس کی امداد کی اور کر رہے ہیں۔ جس وقت بھی یونیورسٹی کو جس بات کی ضرورت ہوئی اور جس وقت بھی جس بڑے سے بڑے کام میں مالی امداد درکار ہوئی فوراً مسلمانوں نے اس کو پورا کر دیا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ انتظامی معاملات میں مسلمانوں نے توجہ نہ کی اور ہمیشہ غفلت سے کام لیا۔ اگر کبھی کوئی صحیح منتظم اس کو مل بھی گیا تو اسے قدرت نے رہنے دیا اور اس کو یونیورسٹی سے چھین لیا۔ مختصر یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ڈاکٹر صاحب ہی کے قبضہ میں رہی اور یہی اس کے مالک و مختار رہے اور تا دمِ زیست رہیں گے۔ اب ہم یہاں پر تفصیل میں نہیں جانا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب سے یونیورسٹی کو کیا کیا نقصانات پہونچے ہیں اور آپ کی بدولت کیا کیا صدمات برداشت کئے ہیں۔ بعض نقصان تو ڈاکٹر صاحب نے ایسا پہونچایا ہے کہ جس کی تلافی ہو ہی نہیں سکتی ہے اور اس سے ہمیشہ یونیورسٹی خسارہ ہی میں رہے گی۔

ڈاکٹر صاحب کا بظاہر استعفیٰ دینا یا روٹھ کر علیحدہ ہو جانا مصلحت سے خالی نہ تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس میں کیا راز تھا۔ سب سے اول اور مقدم خیال تو ڈاکٹر صاحب کا یہ تھا کہ اپنی اس روش سے آئندہ انتخاب کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا اور نیز قوم بھی غفلت میں ہے یہ کوئی صحیح کام کرنے والا حاصل نہیں کر سکتی اس لئے قائمقام وغیرہ ہی سے کر بیٹھ رہ دوبارہ کرسی پر مجبر کر چلا جاؤنگا۔ اسی وجہ سے بھی ڈاکٹر کا یہ خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب کا استعفیٰ اور روٹھ جانا یہ سب مصنوعی ہے۔

اور ڈاکٹر بدستور وائس چانسلری کی کرسی پر نظر آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہندوستان کا انتظام تمام درہم برہم ہو رہا ہے۔ انگریزوں کی ریلیں دس دس گھنٹہ لیٹ آ رہی ہیں۔ حکومت ہندوستان کی بھی بدل چکی ہے۔ موجودہ حکومت نے فی کس دس تولہ غذا اور نصف تولہ شکر روزانہ اور تیسرے ماہ میں ۲½ گز کپڑے کا حصہ ہے۔ ان چیزوں پر ایک شخص کی بسر اوقات ممکن قرار دیدی۔ انگریزوں نے ہندوستان چھوڑنا گوارا کر لیا۔ چرچل صاحب نے بھی مسلمانوں کو پاکستان دینا ممکن قرار دیدیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب کچھ ناممکن باتیں تھیں مگر ممکن ہو رہی ہیں۔ کبھی نہیں سنا کہ ریلیں دس دس گھنٹہ لیٹ آئیں اور یہ بھی امید نہیں تھی کہ ہندوستان کی حکومت بدلے گی اور یہ بھی ناممکن تھا کہ اتنی تھوڑی غذا اور کپڑے پر انسان بسر اوقات کر سکتا ہے اور یہ تو قطعی ناممکن تھا کہ انگریز ہندوستان چھوڑیں گے۔ غرضکہ یہ سب باتیں ناممکن تھیں جو ممکن ہو گئیں مگر یہ ناممکن ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اپنی زندگی میں مسلم یونیورسٹی کو چھوڑ دیں۔ خیر جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اب ڈاکٹر صاحب کے لئے یہ دورِ جدید ہے اور دورِ آخر ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا کرے وہ دورِ جدید کو دورِ سعید ثابت کریں۔ اور صحیح طور پر خلوص کے ساتھ اپنے اس آخر دور کو پورا کریں۔ اگرچہ یہ ناممکن ہے مگر جہاں مندرجہ بالا بہت سی ناممکن باتیں اس زمانہ میں ممکن ہو گئیں وہاں امید ہے کہ یہ بھی ممکن ہو جائے کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ دورِ جدید دورِ سعید ہو جائے۔

آگ تیار کی دوسروں کے لئے مگر خود ہی جل بھن کر راکھ ہو گئے

ہندوستان میں سکھ قوم سب سے قلیل تعداد میں تھی لیکن اب وہ جنگی جانبازوں کو سکھ بنا کر اپنی تعداد بڑھا رہے ہیں اس پر بھی وہ ملک کی سب سے چھوٹی قوم ہے۔ ہم نے مانا کہ امرتسر ان کا سینٹر تھا اور سب سے زیادہ تعداد میں یہ امرتسر میں نظر آئیں گے۔ امرتسر میں مسلمان صرف دس فی صدی ہیں۔ ان بیچاروں کو مٹانے کے لئے اسّی فی صدی سکھوں نے کیا کیا انتظامات کر رکھے تھے۔ ہر طرح سے لیس تھے۔ فوج سے چرائے ہوئے فوجیوں کے گھروں میں کارتوس بھی تھے۔ اسلحہ تمام موجود تھے۔ تیر تھے۔ طمنچے تھے۔ بندوقیں تھیں۔ ریوالور تھے۔ تلواریں تھیں۔ بلم تھے۔ تبر تھے اور گھروں میں بارود کے بھرے ہوئے تھیلے تھے۔ یہ سب کچھ انتظامات عرصہ سے ہو رہے تھے مگر خضر کی اندھی حکومت کی سی۔ آئی۔ ڈی نے ہرگز توجہ نہ کی اور غور نہ کیا کہ سکھ یہ سب کچھ کیوں جمع کر رہے ہیں۔ خضر کو اور اس کی تباہ ہونے والی حکومت کو اچھی طرح سے علم تھا مگر وہ خود چاہتی تھی کہ مسلمانوں کو نقصان پہونچے اس لئے وہ خاموش رہی مگر قدرت خاموش نہ رہ سکی اور اس نے مظلوم اور بے قصور مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا اور جنھوں نے کہ ان کے لئے آگ تیار کی تھی وہ سب اپنی اس تیار شدہ آگ میں جل کر بھسم ہو گئے۔ یعنی جن مسلمانوں کے گھروں میں سکھوں نے آگ لگائی تھی جس کے شعلے جب اُن کے مکانات میں آ کر مگر جن میں بارود بھری ہوئی تھی تو وہ ایکدم جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔

مخالفین ملاحظہ فرمائیں

میں نہ بی۔اے ہوں نہ ایم۔اے ہوں۔ صرف تھوڑی سی انگریزی و اردو جانتا ہوں۔ اخبار کی ادارت و صحافت کو اس درجہ عالی شان ہمیشہ سے سمجھتا ہوں کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی عہدہ نہیں ہے اور نہ ایسا کوئی ذمہ دار کام ہے۔ نہ اخبار نویس کے برابر کوئی ذمہ دار ہستی ہے۔ اور اخبار نویس کے مقابلہ میں نہ کوئی لیڈر ہے۔ نہ کوئی حاکم ہے۔ نہ کوئی شاہ ہے نہ کوئی گدا۔ مگر افسوس ہے کہ ایسی عالی شان اور زبردست ذمہ داری کی لائن مجھ جیسے نا اہل۔ کم تعلیم یافتہ ناز ک مطالعہ رکھنے والے کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔

ہر چند کہ اپنے آپ کو ہمیشہ اس کام کے قابل نہیں سمجھا اور کبھی اپنے آپ کو اس کا اہل نہ خیال کیا مگر پھر بھی کاتب ازل کو یہی ضد رہی کہ اخبار نویسی ہی کرو۔ دس برس تک بمبئی میں سرپنچ اخبار نکالتا رہا۔ باوجود اس کے کہ سرپنچ مزاحیہ اخبار اور فلموں کا ترجمان تھا اور فلمی دنیا ہی پر بمبئی کے اخبارات کی زندگی تھی مگر میرا یہی ریکارڈ یہ ہے کہ اگر دائیں ہاتھ کے صفحہ پر اشتہار کی تعریف ہے تو بائیں ہاتھ کے صفحہ پر مخالفت۔ مشتہرین نے جو کچھ اشتہارات کے لئے خریدی ہے ان کو اختیار ہے کہ اپنی جگہ پر جو چاہیں لکھوائیں۔ مقابلہ کے صفحہ کے لئے میں نے اپنے آپ کو با اختیار سمجھا۔ اور پبلک کی جو آواز ہوئی وہ اس صفحہ پر پیش کر دی۔ یہ روش خواہ اس اخبار کے موافق ہوئی ہو یا مخالف۔ لازمی یہ چیز مشتہرین کو ناگوار گذری مگر میں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ ایماندار مشتہر کو بھی یہ بات ناگوار نہیں گذری اور اس نے اپنا اشتہار برقرار رکھا۔ میں ہمیشہ یہی ظاہر کرتا رہا اور اسی پر آنسو گراتا رہا کہ دس برس نہیں اگر دس دہائی .... برس بھی اگر اخبار نویسی کروں تو ایڈیٹر نہیں بن سکتا اور نہ ایڈیٹر کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہوں اور اسی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے اس لائن سے کنارہ کش ہو چکا تھا۔ مگر حکم ربی کو کیا کروں کہ کاتب ازل یہی طے کر چکا ہے اور یہی رقم کر چکا ہے اور منظور کے لئے یہی منظور کر چکا ہے کہ زندگی کے آخری لمحے تک اخبار نویسی ہی کرتے رہو اور اخبار نویسی ہی کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو جانا۔ پس جیسا کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کے لئے طے ہو چکا ہے کہ وہ مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلری کی کرسی سے اٹھ کر یونیورسٹی کے شہر خموشاں میں پہونچ جائیں گے اسی طرح سے اس راقم الحروف (منظور) کے لئے فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ بھی کرسی ادارت سے شاہ جمال (علی گڑھ کا سب سے بڑا شہر خموشاں) میں پہونچ جائے گا۔ خیر یہاں مقصد کچھ اور تھا۔ مضمون نے طوالت اختیار کر لی۔ صفحہ ہذا بھی قیمتی ہے اور وقت بھی قیمتی ہے۔ اب میں مزید طول نہیں دینا چاہتا۔ اصل مقصد یہ ہے اور صرف یہی ظاہر کرنے کے لئے میں نے یہ مضمون شروع کیا اور ہمیشہ اسی کو ظاہر کرتا رہا کہ میرا قطعی کل کائنات کے اس مالک و مختار کے اس حکم پر ایمان ہے کہ جو اس کے حبیب کے ذریعہ سے مجھ تک پہونچا کہ (حقیقت پر پردہ مت ڈالو اور غلط کہو نہیں) میرا ہمیشہ سے اس حکم پر ایمان ہے اور رہے گا اور انشاء اللہ اسی حکم کی تعمیل کرتا ہوا "علیگ" کے اس فانی دفتر سے دفتر جاودانی کو پہونچ جاؤں گا۔

اپنا عقیدہ اور ایمان میں ظاہر کر چکا۔ مخالفین کے مذہب اور ایمان کی مجھ کو خبر نہیں کہ ان کا کس مذہب سے تعلق ہے کہ جو میرے اس حکم ربی کی تعمیل کرنے پر معترض ہیں۔ اور منشا یہ ہے کہ میں اس حکم کی تعمیل سے ہٹ جاؤں اور اس حکم ربی پر ہر مذہب و ملت کا ایمان ہے۔ خواہ وہ کافر ہو یا مشرک۔ مرتد ہو یا ملعون۔ یہی کہے گا کہ حقیقت کو چھپاؤ نہیں اور غلط کہو نہیں۔ مخالفین اچھی طرح سے سمجھ لیں اور نوٹ کر لیں کہ ہمیشہ ہر ایک کے لئے صحیح چیز پیش کروں گا۔ خواہ کوئی ایڈیٹر ہو۔ عالم ہو۔ لیڈر ہو۔ پیر ہو۔ فقیر ہو۔ شاہ ہو۔ گدا ہو۔ غرضکہ کوئی بھی ہو۔ اگر کسی شاہ یا پیر یا لیڈر یا ایڈیٹر کے ساتھ کٹر وڑہا مخلوق ہو اور اس کا فعل کوئی غلط ہے یا صحیح نہیں ہے تو میں ہرگز اس کے ساتھ نہیں رہوں گا اور اس کے اس فعل کی صحیح نقل کروں گا۔ خواہ اس کے یہ ہزاروں سالتی خوش ہوں یا نہ ہوں۔ چاہے مجھ کو مٹا ہی ڈالیں۔ مجھے ذرہ برابر اس کا خیال نہیں۔

مخالفین میں اگر کوئی میرے برابر بھی تعلیم یافتہ ہو تو میں اس کو مخاطب کر کے جواب دوں تو مناسب ہے۔ جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ مخالف مجھ سے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں۔ مجھ سے زیادہ عمر میں نہیں۔ مجھ سے زیادہ کیرکٹر میں اچھے نہیں۔ ذرہ برابر قوم اور ملک و ملت کی خدمت کئے ہوئے نہیں۔ مجھ سے زیادہ ایماندار نہیں۔ جب یہ سب باتیں نہیں تو میری غلطی ہے کہ میں ان کی ناقص بکواس کی طرف توجہ کروں اور جواب دوں۔

مخالف صاحب کو خدا کے فضل سے ابھی دس برس پڑھاؤں گا اور ہر قسم اور ہر مد کی تعلیم دوں گا پھر بھی وہ بڑی بے اور زیڈ تک نہ پہونچ سکیں گے۔

جہاں میرا اس حکم ربی پر ایمان ہے وہاں میں اس کے لئے بھی ہر وقت تیار ہوں۔ اگر میں کسی شخص کے لئے کوئی غلط رنگ پیش کر رہا ہوں تو ایک چھوٹا سا بچہ بھی میرا گلا پکڑ سکتا ہے۔ اس کے لئے نہ کسی قابل و فاضل کی ضرورت ہے اور نہ تعلیم یافتہ کی۔

تنقید کرنے والے صاحب کی ایمانداری ملاحظہ ہو۔ جناب نے "بھابی" نام سے کچھ اپنے عاشقانہ خیالات تحریر فرما کر ادارہ "علیگ" سے درخواست کی کہ وہ آپ کی اس خرافات کو حوالہ کالم "علیگ" کر دے۔ چونکہ "علیگ" رومانے۔ قصے۔ کہانیاں اور عاشقانہ رنگینیوں سے مبرا ہے اس لئے آپ کی "بھابی" کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا۔ اس لئے جناب نے خفا ہو کر اپنے مخصوص جاہلانہ رنگ میں "ایڈیٹر علیگ" کو گالیاں دے ڈالیں۔

"حاکم و محکوم سے خطاب"

نوابزادہ کرنل راحت سعید خاں

(سلیم پور ہاؤس۔ قیصر باغ لکھنؤ)

ابھی یہ بات پہچانی نہیں ہے
محمدؐ کی نظر فانی نہیں ہے
ہمیں کیا دیکھتی ہے چشم عالم
مسلمانوں کا خوں پانی نہیں ہے

زندگی کے دور سے گھبرانے والے سن ذرا
زندگی کیفیت سوز دروں کا نام ہے
سوز میں پنہاں ہے تیرے وہ شرار سرمدی
جو حسینؓ ابن علیؓ کے خون کا انجام ہے

سلور جوبلی

آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی

دہلی:- نمائندہ "علیگ" متعینہ دہلی کا بیان ہے کہ آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی کی پچیس سالہ سلور جوبلی ۱۴-۱۵-۱۶ مارچ ۱۹۴۷ء کو دہلی میں نہایت شاندار طریقہ سے منائی گئی - یہ جشن زیر صدارت عالی جناب آنریبل سر اکبر حیدری کے سی - آئی - ای - سی - ایس - آئی - آئی سی - ایس منایا اور آپ ہی کے زیر سایہ کالج کا کنووکیشن عمل میں آیا - عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خانصاحب رئیس اعظم دہلی و آنریبل سکریٹری آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی نے کالج کی پچیس سالہ رپورٹ اور ایڈریس پیش کیا - اس موقع پر ملک کی بڑی بڑی عالی شان ہستیاں شریک ہوئیں اور اپنے زرین خیالات کا اظہار فرمایا - کالج کی ترقی و نیز مسیح الملک موصوف کی خدمات کو تسلیم کیا یہاں بطور مثال کے اور بوجہ قلت کالم کے چند اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں -

ہز ہائی نس والاشان نواب میر حمایت علیخاں اعظم جاہ بہادر - جی سی - بی - ای - شاہزادہ برار و ولیعہد ہز اگزالٹیڈ ہائی نس حضور نظام والی دکن و برار خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ -

آنریبل مسٹر لیاقت علیخاں صاحب ممبر فنانس حکومت ہند
ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
آنریبل سمپورنانند وزیر تعلیم حکومت یو - پی لکھنؤ
آنریبل مسٹر وی - وی کالیکار ممبر کونسل آف اسٹیٹ
سردار منگل سنگھ ایم - ایل - اے
آنریبل ایس - کے - رائے چودھری ممبر کونسل آف اسٹیٹ -
مسٹر کرشن چندر ایم - ایل - اے
آنریبل مسٹر آر - وی - دھولیکار پریزیڈنٹ کونسل آف رنگ
مسٹر اسرار احمد ایم - ایل - اے - از بدایوں
مسٹر چمن لال ایم - ایل - اے - ایم - سی - اے
مسٹر ایس - کے - دتا پالیوال ایم - ایل - اے
آنریبل مسٹر سی - ایچ بھابا - رکن حکومت ہند
مسٹر کے - پی - ایس - مینن سفیر ہند متعینہ چین
مسٹر موہن لال سکسینہ ایم - ایل - اے
سر شنکر لال کرزن روڈ - نئی دہلی
مسٹر دلیش بندھو گپتا ایم - ایل - اے - نئی دہلی وغیرہ
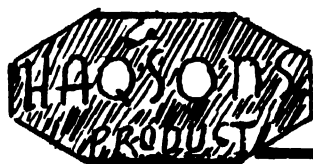
شہیدِ وفا

(از خواجہ میر برق)

میں حیراں ہوں دنیا میں کیا ہو رہا ہے — ستم ہر طرف برملا ہو رہا ہے

ادھر ہم سے عہدِ وفا ہو رہا ہے — ادھر ظلم کا منتہا ہو رہا ہے

قیامت کا فتنہ بپا ہو رہا ہے — بہارِ این دنوں کربلا ہو رہا ہے

لڑے ٹڈی دل سے بہادر بہاری — یہ زیرِ فلک غلغلا ہو رہا ہے

خدا کا پرستار یعنی مسلماں — سزاوار اب قتل کا ہو رہا ہے

نہیں فرق لیگی ہو یا کانگریسی — صفایا مسلمان کا ہو رہا ہے

مسلماں کو بھارت سے ناپید کر دے — حکومت کا یہ فیصلا ہو رہا ہے

اشارے پہ اس کے ہوئے قتل مومن — سنا آج پیکِ قضا ہو رہا ہے

اِدھر کربلائی مسلماں کا دشمن — پٹیل اس طرف بھیڑیا ہو رہا ہے

غضب۔ حق و باطل میں ہی جنگ پیہم — مسلماں شہیدِ وفا ہو رہا ہے

مبارک ہو ایمان والو شہادت — بلند آج تو مرتبا ہو رہا ہے

وہ سمجھے ہوئے ہیں ایسے ستم قاتل — مسلماں ظفر آشنا ہو رہا ہے

وہ سمجھے جلا کر کیا خاک ہم نے — مسلمان اب کیمیا ہو رہا ہے

غضب ہی مقابل میں شیروں کے آئیں — شغالوں کا یہ حوصلا ہو رہا ہے

مٹانا مسلماں کا ہے غیر ممکن — عبث کفر کا مشورا ہو رہا ہے

شرارت ہے اے برق سکھ پر کی اس میں

کہ پنجاب ارا البلا ہو رہا ہے

چلے چلو

(از لئیق احمد اختر جلیسری)

ہر شے کو بے نقاب بناتے چلے چلو
ہر گوشہ حجاب اٹھاتے چلے چلو

ہر گام ایک حشر اٹھاتے چلے چلو
یعنی کہ دو جہان پہ چھاتے چلے چلو

شمعیں محبتوں کی جلاتے چلے چلو
بھولے ہوؤں کو راہ دکھاتے چلے چلو

منزل ابھی تو دور ہے منزل کے واسطے
ہمت کے ساتھ پاؤں بڑھاتے چلے چلو

بدلا ہوا ہے رنگِ زمانہ تو کیا ہوا
اس کو بھی ایک آنکھ دکھاتے چلے چلو

چنگیز و شمر کو بھی مٹا دو جہان سے
ایوانِ ناوری کو بھی ڈھاتے چلے چلو

برق و شرر سے تم نہ ڈرو نوجوان ہو
برق و شرر پہ پاؤں جماتے چلے چلو

عزت کی موت خوب ہے ذلت کی زیست سے
بے خوف یہ پیام سناتے چلے چلو

للہ تم کرو نہ کسی پر بھی اعتماد
اپنا نظام آپ بناتے چلے چلو

اختر وفورِ شوق میں رکنا نہ چاہیئے
منزل کی سمت پاؤں بڑھاتے چلے چلو

کون کیا تھا کیا بن گیا؟

جولاہے ——— انصاری ہو گئے
قصاب ——— قریشی ہو گئے
بہشتی ——— عباسی ہو گئے
بھٹیارے ——— صدیقی ہو گئے
[illegible] ——— سید ہو گئے

اے ایچ انصاری پرنٹر پبلشر نے ریاض ہند پریس علی گڑھ میں چھپوا کر دفتر "علیگ" علی گڑھ سے شائع کیا

تماشہ میں تباہی

(سید کمال عظیم متعلم لکھنؤ یونیورسٹی)

یوں تو ہمارا ہندوستان علوم وفنون- تہذیب وتمدن- اخلاق- آداب وغیرہ میں تقریباً دنیا کے ہر ملک سے پیچھے ہے مگر فلم سازی میں اس نے اس قدر ترقی کی امریکہ کو چھوڑ کر آج دنیا میں سب سے زیادہ فلمیں ہمارے ملک میں تیار ہوتی ہیں- اگر صنعتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہمارے لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ ہماری اس ترقی کو یورپ کے ممالک میں محسوس کیا جارہا ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ فلم سازی ہمارے لئے طوق لعنت بن کر رہ گئی ہے- ہماری فلموں کا اخلاقی معیار بہت ہی گرا ہوتا ہے اور یہ اسی کی بدولت ہے کہ آجکل کے نوجوان طبقہ میں عشق کا مرض وبا کی طرح پھیل رہا ہے- ہندوستانی فلموں میں سچی محبت نہیں دکھائی جاتی جو ننانوے فیصدی ناکامیاب ہوتی ہے- صرف چند تعداد میں اب تک ایسی آئی ہیں جن میں ٹریجڈی پر زور دیا گیا ہے ورنہ جتنی فلمیں بھرتی کی نکل رہی ہیں ان میں وہی ایک ڈھچر ملتا ہے کہ ایک نوجوان کی کسی دوشیزہ سے کسی سینما پارک یا ٹرین وغیرہ میں ملاقات ہوگئی فوراً عشق کا تیر دونوں کے دلوں میں پیوست ہوگیا پھر کچھ تھوڑی سی ناامیدی اور دشواری کے بعد دونوں کی شادی ہوگئی- لیجئے تماشہ ختم ہوجاتا ہے- لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں لیکن تقریباً ہر نوجوان اپنے دل میں یہی سوچتا ہوا جاتا ہے کہ وہ بھی کسی سے اسی طرح محبت کی پینگ بڑھائے-

نوجوان لڑکیاں جواب سے تھوڑے عرصہ قبل اس لعنت سے کوسوں دور تھیں- اس تماشہ بینی کا اثر بہت خراب پڑا- سینما والے خوبصورت مناظر- دل لبھانے والے گانوں اور زرق برق لباس کی مدد سے محبت کو اس قدر رنگین بنا کر پیش کرتے ہیں کہ انسانی فطرت اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی- کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اپنے اپنے کیرکٹر پر منحصر ہے- اگر دل میں چور نہیں تو سینما کا اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے مگر انسان کی فطرت ہے کہ وہ ہر اس چیز سے متاثر ہوتا ہے جو ذرا بھی دلکش ہو- ورنہ کیا وجہ ہے کہ اب سے تھوڑے ہی عرصہ قبل شاذونادر ہی ایسی باتیں سننے میں آتی تھیں کہ فلاں نوجوان کو فلاں لڑکی سے محبت ہوگئی- مگر اب جس کو دیکھئے دل میں ایک درد لئے بیٹھا ہے- ہزاروں ان لوگوں میں کوئی ایسا خوش نصیب ہوتا ہے جس کو محبت میں کامیابی ہوجائے اور وہ بھی کبھی والدین کو ناراض کرکے تو کبھی اعزاز کی نظروں میں گر کر- ورنہ محبت کا انجام ہمیشہ دردناک ہی ہوتا ہے جس کا نتیجہ محبت کرنے والوں پر جو پڑتا ہے ظاہر ہی ہے- دل ودماغ بیکار زندگی سے نالاں موت کے خواستگار-

یہ کہنا ہرگز زیادتی نہیں ہوگا کہ اس تماشہ بینی کا اثر چال چلن پر بہت خراب ہوتا ہے بالکل فطری سی خواہش جو سینما دیکھنے والوں کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ کیوں نہ ہم بھی پردۂ سیمیں پر جلوہ گر ہوں- ابتک تو یہ خبط مردوں ہی تک تھا اب خواتین نے بھی اس منزل میں قدم رکھنا شروع کردیا ہے- یورپ امریکہ

یورپ اور امریکہ کی طرح اداکاری کو آرٹ تصور کیا جا رہا ہے - چند شریف گھرانے کی لڑکیوں نے فلمی دنیا میں قدم رکھ کر اپنی : دربہنوں میں نگار خانے کی زینت بننے کا شوق اور بھی بڑھا دیا ہے - اور ان میں سے چند نے مضامین لکھ کر اس آگ پر تیل کا کام کیا ہے - ہندوستانی لڑکیوں کو اگر فلم میں جانا ہی ہے تو ان کو یہ دکھا دینا چاہئے کہ ان کا کیریکٹر شا لیمار کے اسٹوڈیو میں بھی ویسا ہی رہ سکتا ہے جیسا گھر کی چار دیواری میں ہمارے ہندوستانی فلم سازوں نے جو روپیہ کمانے پر تلے ہوئے ہیں ایک اور غضب ڈھانا شروع کر دیا جو ہمارے لئے انتہائی مہلک ثابت ہو رہا ہے کہ آرٹ کی آگ لے کر عریاں اور فحش فلم تیار کر رہے ہیں - تعریف تو یہ تھی کہ ماں بیٹی - بھائی بہن ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھتے مگر اب تو شوہر بیوی کے ساتھ دیکھ کر شرم محسوس کرتا ہے - مگر اس کو کیا کیا جائے کہ جو فلم زیادہ فحش اور عریاں ہوگی اسی قدر وہاں زیادہ ہجوم نظر آئے گا - عوام کا معیار اتنا گر گیا ہے کہ اگر شاذونادر کوئی اخلاقی اور سبق آموز فلم تیار ہو جائے تو وہ خشک معلوم ہوتا ہے - سینماؤں کے ٹکٹ گھروں پر اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ کپڑے پھٹ جانا اور چوٹیں لگ جانا عام ہو گیا ہے اور یہی چیز فلم کو شہرت دینے والی ہے - اخبارات میں چھپتا ہے کہ فلاں فلم پر اس قدر رش تھا کہ ایک نوجوان ٹکٹ لینے میں مر گیا - لیجئے سینما دیکھنے کا اہم مطلب یعنی تفریح کا بھی خاتمہ ہوگیا اور اسی طوفان بے تمیزی میں صنف نازک بھی ہوتی ہیں - افسوس - وہ مسلم خواتین جن کی جھلک چشم فلک نے بھی نہ دیکھی تھی وہ سینما دیکھنے کے شوق میں برقعہ سنبھالے - بچوں کو بغل میں دبائے ہانپتی کانپتی مردوں کے ہجوم میں گھسی چلی جاتی ہیں - اس تماشہ بینی سے مالی نقصان بھی بہت ہو رہا ہے - کثیر تعداد ان لوگوں کی ہے جو مزدور پیشہ ہیں اور اپنی دن بھر کی مزدوری سینما کے حوالے کر دیتے ہیں اور گھر میں بیوی بچے فاقہ کرتے ہیں - پروڈیوسروں کی ایک اور دلچسپ ملاحظہ فرمائیے جیسے آجکل کے نوجوان خود ساختہ شاعر بن گئے ہیں کہ وہ اچھے شعراء کے کلام سے اچھے الفاظ اور خیالات چرا کر اور ان کی ترتیب بدل کر اپنے اشعار کہہ کر سناتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ سامعین سے داد لیتے ہیں - اسی طرح سے فلم ساز بھی قابل و تجربہ کار ہدایت کاروں اور فلم سازوں کی تقلید کرتے ہیں - مسٹر سہراب مودی نے پکار اور سکندر اعظم دو عظیم الشان تاریخی فلمیں بنا کر لوگوں کے سامنے مغل و یونانی تمدن کی مثال پیش کی - پھر کیا تھا درجنوں تاریخی فلمیں نکلنی شروع ہو گئیں بابر سے لے کر شاہجہان تک پورا مغل خاندان سلولائیڈ پر منتقل ہو گیا اور یہ بھی نہیں کہ نقل مطابق اصل کریں - پھر بقول کسی کے نقل کو بھی عقل چاہیئے - "باادب با ملاحظہ" کی نقل تو آسانی سے ہو گئی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کے اسکول میں ڈرامہ ہو رہا ہے آخر اس بد مذاقی سے فائدہ؟ یہ ہے ہمارے ہندوستانی فلموں کا اخلاقی معیار -

اس لئے اگر غور سے دیکھا جائے تو اس تماشہ بینی میں سوائے تباہی کے کچھ نہیں ہے اور اس سے بچنے کے لئے ایسی ہی جدوجہد کرنی چاہئے جیسی ہم آزادی کیلئے کر رہے ہیں

روزنامچہ وحشیٔ ہند (علیگ)

یکم مارچ ۴۷ء بروز ہفتہ
آج میں نے اپنے مزار کے دروازے پر بورڈ لگا دیا کہ کسی مرید سے سہ شنبہ تک نہیں ملوں گا۔

۲ مارچ ۴۷ء بروز اتوار
آج اتوار کا دن ہے "علیگ" چھپ کر آگیا۔ اس کی ڈاک تیار کرانے میں مصروف رہا۔

۳ مارچ ۴۷ء بروز دوشنبہ
آج بھی ڈاک میں مصروف رہا۔

۴ مارچ ۴۷ء بروز سہ شنبہ
آج "علیگ" کی ڈاک سے نجات پائی۔ ہر چند چاہتا ہوں کہ اتوار کے دن ڈاک مکمل ہو جائے مگر نہیں ہوتی۔ تین دن صرف ہو جاتے ہیں۔

۵ مارچ ۴۷ء بروز چہارشنبہ
آج صبح سے مریدوں کا تانتا بندھا رہا۔ یونیورسٹی سے بھی بہت سے مرید آئے اور یہ خبر لائے کہ ۳ مارچ کو ڈاکٹر ضیاالدین صاحب نے مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلری کی کرسی پھر سنبھال لی جس سے وہ کسی سیاسی نقطۂ نظر سے چند دن کے لئے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ میں نے کہا کہ دعا کروں گا کہ خدا کرے کہ وہ اپنا آخری دور کامیابی کے ساتھ پورا کر دیں اور اب تک جو اعتراضات اُن پر ہوئے ہیں اُن کو فراموش کرا دیں۔
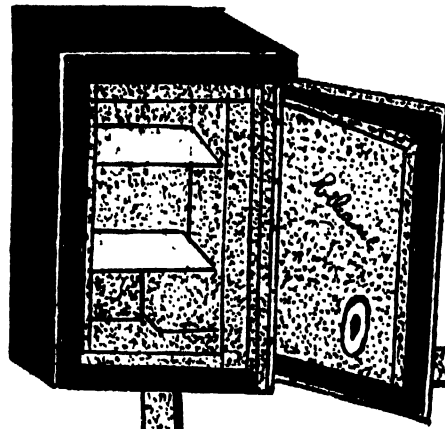
۶ مارچ ۱۹۴۷ء بروز پنجشنبہ
آج صبح کے تین بجے میں دہلی روانہ ہوا۔ مریدوں کو منع کر دیا تھا کہ یہ ناوقت ہے تم لوگ تکلیف مت کرنا۔ مگر پھر بھی بہت سے مرید مجھے اسٹیشن پر پہونچانے آئے۔

گاڑی کمبخت لیٹ آئی۔ میں سات بجے کے قریب دہلی پہونچا۔ حالانکہ میں نے کسی کو مطلع نہیں کیا تھا مگر نہ معلوم دہلی کے مریدوں نے کیسے سن لیا اور صدہا کی تعداد میں اسٹیشن پر موجود ہو گئے۔ سب سے مل کر اور دعا کر کے میں اپنے چھوٹے بھائی ظہیر حسن انصاری کے ساتھ دریا گنج پہونچا۔ میری چھوٹی بھاوج حسینہ خاتون نے میلاد شریف کا بہت عمدہ انتظام کر رکھا تھا۔ شام تک میلاد شریف رہا۔ فاتحہ کے بعد کھانا کھایا۔ کھانے بہت لذیذ اور مرغن تھے۔ میرے اہل بیت کی تمام مستورات میں حسینہ خاتون نہایت ہی لذیذ کھانے تیار کرتی ہیں۔ مجھے ان کے کھانے بہت پسند ہیں۔ اتنے لذیذ کھانے ہوتے ہیں کہ میں مقدار سے زیادہ کھا جاتا ہوں۔ انڈوں کا حلوہ اور مچھلی کے کباب میرے لئے خاص طور پر تیار کئے گئے تھے۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھائے۔ کھانے کے بعد سب کے لئے دعائیں کیں اور بارہ بجے کے قریب سو گیا۔

۷ مارچ ۴۷ء بروز جمعہ
آج جمعہ کی نماز شاہجہاں مرحوم و مغفور سابق شہنشاہ ہند کی جامع مسجد دہلی میں ادا کی۔ بعد نماز مریدوں سے ملا۔ ہر ایک زار و قطار تھا کہ میرے یہاں چلئے۔ میں حیران تھا کہ کس کے یہاں جاؤں اور کس کے یہاں نہ جاؤں۔ سب کے لئے دعا کر کے اور رخصت ہو کر دریا گنج پہونچا۔ دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھایا۔ اس وقت کے کھانے بھی چھوٹی بھاوج نے بہت لذیذ پکائے تھے۔ نہایت مرغن تھے۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھائے۔ سب کے لئے دعا کر کے رخصت ہوا اور چار بجے کی گاڑی سے روانہ ہو گیا۔ غازی آباد اور خورجہ پر بھی بہت مرید تھے

نئے زاوئے

(شاداں بدایونی ایڈیٹر و ہیلکسنڈ اخبار بریلی)

آہ طریقِ جدید سے تجھ کو ہی آگہی نہیں
ذوقِ نظر جو ہو حسین جلووں کی کچھ کمی نہیں

نیت توبہ گو ابھی نیں نے شکست کی نہیں
اور جو اُن کے ہاتھ سے پی ہوئی کفر ہوئی نہیں

کر دیا بے نیازِ موت الفتِ دوست نے مجھے
مرنے کا کچھ الم نہیں جینے کی کچھ خوشی نہیں

دل میں لئے ہجومِ غم بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم
راہِ اماں بتا سکے ایسا یہاں کوئی نہیں

تیرے ہی لطف نے اسے مائلِ عشق کر دیا
ورنہ یہ جرأتِ دلِ خانہ خراب تھی نہیں

دوشِ حیات پر مرے دردِ فراق کی قسم
میرا وجودِ زندگی بار ہے زندگی نہیں

قصۂ غم شناس کیا شکوہ زباں پہ ہی کیا
حالتِ اضطرابِ دل آپ سے کچھ چھپی نہیں

علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن

علی گڑھ - بھائی ظفر عمر صاحب بی - اے علیگ سکریٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مطلع فرماتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کا سالانہ جلسہ ۵ - ۶ - اپریل ۱۹۴۷ء یعنی ایسٹر کی تعطیل میں منعقد ہوگا - طلبائے قدیم سے عام طور پر اور ممبران ایسوسی ایشن سے خاص طور پر درخواست ہے کہ ضرور اس جلسہ میں شریک ہوں -

نوٹ :- خدا کا شکر ہے کہ علیگ برادری نے ملک کے بہت سے مقامات پر ایسوسی ایشن قائم کر رکھی ہے اور سالانہ جلسے و ڈنر بھی ہوتے ہیں اور سب علیگ بھائی تھوڑی دیر کے لئے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں - اور گھنٹہ دو گھنٹہ اپنی طالب علمی کا زمانہ دوران قیام علی گڑھ یاد کر کے مسرت کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر لیتے ہیں - یہ کارروائی مجھ مدیر علیگ نے حیدرآباد دکن میں دیکھی کہ جو زیر اہتمام مولوی عبدالرحیم صاحب ایم - اے - ایل - ایل - بی علیگ ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن سکریٹری علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن بہت ہی کامیاب ہوتی ہے اور وہاں کیا ہے دیگر مقامات پر بھی ہوتا ہے مگر علی گڑھ میں جو سالانہ جلسہ اور ڈنر خصوصاً نواب مزمل اللہ خاں مرحوم کے زمانہ میں ہوتا تھا اور جو لطف کہ اس وقت آتا تھا یعنی ہزار ہا اولڈ بوائز نہایت ذوق و شوق سے علی گڑھ تشریف لاتے تھے - جلسے ہوتے تھے - نہایت پر لطف باتیں ہوتی تھیں - کھیل کود ہوتے تھے - ہر ایک بھائی اپنے زمانۂ طالب علمی کے قصے سناتے تھے - ہر ایک علیگ بھائی کی خیریت معلوم ہوتی تھی نہایت شاندار ڈنر ہوتا تھا - کیا عرض کیا جائے کہ کیسا پر لطف سین ہوتا تھا اور یہ دو دن کس درجہ مبنی خوشی مزاحیہ رنگ میں گزر جاتے تھے - یہ سب کچھ علی برادران کی وجہ سے تھا - انھیں نے ایسوسی ایشن کی بنا ڈالی تھی - افسوس کہ ہر دو برادران مرحوم و مغفور ہو گئے اور پھر آجکل وہ لطف تو حاصل نہ ہو سکا اور پھر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے ایسوسی ایشن کے ختم کرنے میں کوئی کسر نہ رکھی - مگر برادر محترم ظفر عمر صاحب نہایت تندہی اور استقلال کے ساتھ اس کی باگ ڈور سنبھالے رہے - خدا بھائی موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرس روڈ۔ علی گڑھ
۱۴ر مارچ ۱۹۴۷ء

مکرمی منظور صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کی کوشش خدا بار آور فرمائے اور آپ کا پرچہ "علیگ" مقبول ہو۔ آمین۔

مضامین اچھے ہیں۔ اس کا معیار ادبی لحاظ سے رکھئے۔ عریاں افسانے یا عشقیہ قصے اخبار کو سنجیدہ حضرات کی نظروں میں وقیع نہیں رہنے دیتے۔

براہ کرم ذیل کی سطور کو اپنی قریبی اشاعت میں جگہ دے کر شکر گذار فرمائیں۔ والسلام

خاکسار
محمد اطیع اللہ خاں سہاوری
(بی۔ اے۔ علیگ)

تعداد ازدواج اور مسلمان

اسلام کے فطری مذہب ہونے کا اقرار اب غیر مسلم بھی کرنے لگے ہیں۔ اسلام کے قوانین انسانی طرز معاشرت کو ایک خوشگوار اور خوبصورت سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ اگر مسلمان کی زندگی اپنے پیارے مذہب کے مطابق ہو جائے تو وہ پھر سے اسی عروج پر پہونچ جائے گا جہاں آج سے چند سو سال قبل تھا۔ دنیا کے کاموں میں پورے انہماک کے بعد بھی اپنے خالق کو یاد رکھنا اور اپنی ہستی کو پہچاننا ہماری تعلیم کا ضروری جزو ہے۔ دنیوی ترقی حاصل کرنے کے واسطے کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ چنانچہ نماز کے بعد کی دعاؤں میں دنیا اور دین کی بہبودی میں اپنے مالک سے مدد مانگنا سکھایا گیا ہے۔

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نسل کی بقا اور ترقی کے لئے کوشش کرے۔

ہر مذہب نے اپنے طریقوں سے مطابق اس راستہ کو دکھایا ہے۔ اسلام نے اپنی بلند نظری کا اس سلسلہ میں بھی پورا ثبوت دیا ہے۔ صاحب وسعت مرد کے لئے چار عورتیں تک زوجیت میں لینا جائز رکھا ہے تاکہ نسل انسانی میں پوری پوری ترقی ہو سکے اور خالق تعالیٰ کا مقصد کہ دنیا آباد ہو جائے عمدہ طور سے پورا ہو۔ ساتھ ہی مرد کو انصاف کرنے کی اور ہر بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی سخت تاکید فرمائی ہے تاکہ اس کے دامن پر ظالم ہونے کا دھبہ نہ رہے۔ آج اس عمدہ اصول کو مغربی اقوام ماننے پر مجبور ہیں۔ مردوں کی کمی نے جو جنگ میں زیادہ مارے جا چکے ہیں ان کی آنکھیں کھول دی ہیں اور وہ اسلام کے اس نظریہ کو سمجھنے لگے ہیں۔ سید محمود مرحوم نے اس مبحث پر ایک رسالہ لکھ کر تمام اعتراضات کو رفع کر دیا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ صاحب استطاعت مسلمان کئی کئی بیویاں کر کے اپنی تعداد میں اضافہ کریں اور دنیا کو اخلاق کا نمونہ دکھائیں۔ اللہ پاک مدد فرمائے۔

قابل توجہ صاحب کلکٹر بہادر علی گڑھ
پبلک کی چیخ پکار

پبلک کو جو شکایات "میونسپل بورڈ علی گڑھ" سے ہیں اس کے متعلق ہم عرصہ سے منتظمین میونسپل بورڈ علی گڑھ کو متوجہ کر رہے ہیں مگر وہ اس کا ان پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ بہت سی سڑکوں کی حالت نہایت ردی ہے اور خاص کر محمد علی روڈ (چوراہے سے جامع مسجد کو جانیوالی سڑک کی حالت تو بہت ہی خستہ ہے۔ روشنی کا انتظام بھی درست نہیں ہے۔ پانی کے نلوں کی بھی بہت کمی ہے اور سب سے زیادہ تکلیف دہ اور خطرناک بات یہ ہے کہ صفائی کا انتظام تو بالکل نہیں ہے۔ گلیوں میں کوڑا کرکٹ اور غلاظت کی وجہ سے تعفن آتا ہے۔

جو نالہ کمپنی باغ۔ سرائے حکیم۔ میری لال کی پیاؤ پرانی آبکاری اور مانک چوک تک ہے وہ ہر وقت سڑتا رہتا ہے اور بہت بدبو آتی ہے۔ غلاظت کی وجہ سے دو سال سے مچھروں کی پیدائش بہت بڑھ گئی ہے اور امسال ابھی سے بہت زیادہ مچھر ہیں ڈر ہے کہ شہر میں کوئی وبائی مرض پیدا نہ ہو جائے اس غلاظت سے لوگوں کی صحت خراب ہوتی چلی جا رہی ہے اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں سرائے رحمٰن کے باشندے بھی روزانہ پوسٹروں کے ذریعہ سے چیخ پکار رہے ہیں اس محلہ کی حالت [illegible]

"ALIG" URDU WEEKLY OF ALIGARH OLDBOYS

[illegible]

علی گڑھ ۱۵ اور ۱۶ مارچ ۴۷ء کو متصل جامع مسجد سیرت النبیؐ کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ شہر میں پوسٹر طبعیاں کئے جا چکے تھے۔ یہ بھی اطلاع تھی کہ باہر سے علماء کو دعوت دی گئی ہے اور مسلمانان شہر سے چندہ بھی کیا گیا تھا۔ جلسہ ہوا۔ روشنی کا معقول انتظام تھا۔ لیکن اس جلسہ کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جلسہ سیرت پاک کا تھا یا مسلم لیگ کا پلیٹ فارم بنایا گیا تھا یا احراری تھا۔ تین گھنٹے کی متواتر حاضری رہی مگر کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ جلسہ میں کیا ہوا یہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

برقی صاحب اور قاری صاحب کی نعتیں ہوئیں۔ بعدہ علی گڑھ کے مولانا عبدالقیوم صاحب کی تقریر ہوئی جو دو گھنٹے سے زیادہ رہی۔ نہایت غور سے ایک ایک لفظ کی سماعت کی گئی مگر ہرگز نہ سمجھ سکے کہ تقریر کا مقصد کیا تھا کیونکہ مولانا صاحب متواتر دو گھنٹے تک اعضائے انسانی کے حرکات و سکنات اور افعال بیان فرماتے رہے اور نیز یہ بھی ثابت فرما رہے تھے کہ انگریز غلط تاریخ بنا رہے ہیں۔ ہر دو امور پر مولوی صاحب نے دو گھنٹے تک کافی محنت کی بالآخر تھک کر بیٹھ گئے۔

آپ کے بعد ایک اقوام کے لیڈر صاحب کھڑے ہوئے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہمارے اوپر ہندو بہت ظلم ڈھا رہے ہیں۔ علی گڑھ ضلع کے بیشتر مواضعات کو تباہ و برباد کر دیا ہے محض اس قصور پر کہ ہم کانگریس کے ممبر کیوں نہیں بنتے اور چندہ کیوں نہیں دیتے۔ تاریخ اسلام کے بڑے اچھے حوالے دے اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ آپ ہماری مدد کیجئے۔ اگرچہ ہم مسلمان نہیں ہیں مگر بانیٔ اسلامؐ نے ہمیشہ کفار کی اور اپنے دشمنوں کی بھی امداد فرمائی ہے۔ بعدہٗ قاری صاحب کا بزبانِ عربی نہایت دھیمی آواز سے سلام ہوا اور یہ جلسہ تمام ہوا جس کو سیرت النبیؐ کا جلسہ قرار دیا گیا تھا۔

دیکھا آپ نے علی گڑھ کا سیرت النبیؐ کا جلسہ۔ واہ رے شہر علی گڑھ واہ۔ جو بات کی بے ڈھنگی ہی کی۔ یہ مانا کہ آجکل ہر مقام پر سیرت النبیؐ یا وعظ کا اعلان کر کے سیاسی ناٹک ہوتا ہے مگر یہاں تو وہ بھی نہیں تھا۔

اور سنئیے بعد اختتام جلسہ منبر بالا یاران علی گڑھ کی حیقلتیں فرما رہے تھے کہ مسلم لیگ کا جھنڈا کیوں نہیں لگایا گیا۔ کچھ صاحبان کا ارشاد تھا کہ مولانا عبدالقیوم صاحب کانپوری کو اس جلسہ کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ چونکہ وہ پکے لیگی ہیں اس لئے اُن کو آتے ہی دوسری گاڑی سے واپس کر دیا۔ کچھ صاحبان یہ بھی فرما رہے تھے کہ بانیٔ جلسہ احراری ہیں۔ وہ بھلا کیسے گوارا کرتے کہ اس جلسہ میں مسلم لیگ کا نام آئے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ تھا مسلمانان شہر علی گڑھ کا سیرت پاکؐ کا جلسہ

علی گڑھ میونسپل بورڈ شہر کی صفائی کی حالت نہایت درجہ خراب ہے۔ باشندگان سرائے رحمن عرصہ سے آہ و زاری کر رہے ہیں۔ موضع حقیقت محلہ سرائے رحمن بہت گندی حالت میں ہے۔ یوں تو سارے شہر کی تندرستی خطرے میں ہے لیکن سرائے رحمن اور ماما بھانجہ کی حالت بہت ابتر ہے۔ مگر منتظمان میونسپل بورڈ پر کچھ اثر نہیں۔ محلہ سرائے رحمن کے حلقہ اول کو محسوس کر رہے ہیں کہ وہ مستقل ہو جائیں جیسے وہ کام نہیں سمجھتے اور ممبران میونسپل بورڈ پر عدم اعتماد کا ووٹ پاس کر رہے ہیں۔

بنارس بنارس کی فضا کو بھی شرپسندوں نے مکدر کر دیا اور وہاں کے امن و امان کا خاتمہ کر دیا۔ حال میں جو بلوہ ہوا اس سے شہر کو بہت نقصان پہونچا۔ پولیس کو مجبوراً گولی چلانی پڑی۔

لدھیانہ یہاں بھی بلوہ ہو گیا اور بہت کچھ تباہی و بربادی ہوئی۔ صوبہ پنجاب ہی میں نہیں آجکل ہر مقام پر فسادات کا باعث سکھ ہو رہے ہیں۔ لاہور کے بعد پنجاب کے اکثر مقامات پر سکھوں نے بدامنی پیدا کر دی ہے اور انسانی خون کی ارزانی کر رکھی ہے۔

سنا ہے کہ علی گڑھ کی پولیس نے یکم مئی سے کام چھوڑنے کا نوٹس دیدیا ہے۔ موجودہ تنخواہوں میں ان کی بسر اوقات نہیں ہوتی۔ تمام محکموں میں اسٹرائک ہو رہے ہیں اور ہلچل ہو رہی ہے مگر محکمہ پولیس اور کچھ دوسرے محکموں میں موجودہ گرانی کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اگر سچ ہے کہ علی گڑھ کی پولیس نے یکم مئی سے کام چھوڑنے کا نوٹس دیدیا ہے تو پہلی مثال ہے جس کا آغاز علی گڑھ سے ہوا۔

دہلی شہر میں امن و امان ہے۔ اگرچہ بیرونی دہلی کے امن کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنی ناپاک حرکات میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کانگریس چونکہ ہر طرح سے سرمایہ داروں کا ساتھ دے رہی ہے اسی سلسلہ میں وہ مالکان مکانات کی ہمدردی میں لگی ہوئی ہے اور کرایہ داروں پر مظالم کی بارش ہو رہی ہے۔ اب جو بل مرتب ہو رہا ہے وہ مالکان مکانات اور سرمایہ داران کے لئے مفید اور سود مند ہے اور غریب کرایہ داران کے لئے مضر۔ اس بل کی وجہ سے دہلی میں بے چینی پھیل رہی ہے۔

کلکتہ شہر میں امن ہے۔ کاروبار بدستور جاری ہیں۔ ٹراموے اسٹرائک ختم ہو چکی ہے۔ کاروبار بدستور جاری ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ایسٹ انڈین ریلوے کے جنرل منیجر مسٹر جی تارہ قاسمی ... نے ایسٹ انڈین ریلوے کے مسافروں کی سہولت کے لئے ایک محکمہ قائم کیا ہے۔ یہ محکمہ بڑے بڑے اسٹیشنوں پر مسافروں کی خدمات انجام دے گا کہ مسافروں کی شکایات ہوں وہ سنیں اور ان کا دفعیہ کریں۔